حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی ریاست اور بین الاقوامی تعلقات

سید جلال الدین عمری

اسلامی ریاست کا غلط تصور

آج دنیا میں ایک طرف اسلامی ریاست کا تصور بڑی تیزی سے ابھر رہا ہے اور اسے قائم کرنے کی جد وجہد مختلف گوشوں میں ہو رہی ہے تو دوسری طرف اسلامی ریاست کی اس قدر بھیانک تصویر کشی کی جا رہی ہے کہ اس کے تصور ہی سے کپکپی طاری ہونے لگتی ہے۔ اسلامی ریاست کا تصور اس کے مخالفین کے نزدیک دورِ قدیم کی ایک جنگ جو ریاست کا تصور ہے، جو بدترین جارحانہ عزائم رکھتی ہے۔ اس کا وجود دوسری ریاستوں کے لیے خطرہ کا باعث ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسری سیاسی طاقت یا ریاست کو برداشت نہیں کرے گی بلکہ اس وقت تک خاموش نہ رہے گی جب تک کہ دوسری قوتیں اقتدار سے محروم اور اس کے سامنے سرنگوں نہ ہو جائیں۔ وہ دوسروں کے عقیدہ وعمل پر حملہ آور ہو گی اور اپنے عقیدہ وعمل کو ان پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش کرے گی۔ وہ ایک جابر قوت بن کر ابھرے گی اور دنیا کے امن وامان کو غارت کر کے رکھ دے گی۔ آج کے مہذب انسان کے لیے وہ کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اسلام ایک سخت گیر نظریاتی ریاست قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ طاقت کے استعمال اور جہاد کا حکم دیتا ہے۔ جہاد ان حضرات کے نزدیک بہت ہی خطرناک اصطلاح ہے۔ یہ ہر مخالف کو بزورِ شمشیر اسلام پر مجبور کرنے اور نہ ماننے پر سر قلم کر دینے کا نام ہے۔

اسلامی ریاست کا یہ پورا تصور ہی ایک ذہنی اختراع ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلامی ریاست کوئی خیالی چیز نہیں ہے۔ اس کی تفصیلات قرآن، حدیث

اور سیرت میں موجود ہیں، تاریخ نے عملاً اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ دنیا اس کے احسانات دیکھ چکی ہے اور اس کے برکات سے فائدہ اٹھا چکی ہے اور اب بھی فائدہ اٹھا رہی ہے۔

اب آئیے یہ دیکھیں کہ کیا اسلامی ریاست فی الواقع دنیا کے لیے خطرہ ہے، کیا وہ ایسی ریاست ہے جو اپنے نظریات کو طاقت کے بل پر منوائے گی، کیا جہاد کے نام پر وہ مستقل حالت جنگ جاری رکھے گی اور امن و امان کے لیے غارت گر ثابت ہوگی؟ اس نے جہاد کا حکم کیوں دیا ہے؟ کن حالات میں دیا ہے؟ کس کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے؟ اس کے بعد ہی یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ اسلامی ریاست کے دوسری ریاستوں سے تعلقات کی نوعیت کیا ہوگی؟

اسلام خدا پرستی کے لیے آزادی چاہتا ہے

اسلام خدا پرستی کا نام ہے۔ اسے وہ نوع انسانی کی فلاح و کامرانی کا واحد ذریعہ سمجھتا ہے۔ اسی کی وہ دنیا کو دعوت دیتا ہے، اس کے لیے وہ دعوت و تبلیغ اور افہام و تفہیم کے ذرائع اختیار کرتا ہے۔ زور زبردستی یا جبر کے ذریعہ اپنے خیالات کو مسلّط نہیں کرتا، بلکہ اسے وہ ناروا اور غلط قرار دیتا ہے۔ البتہ وہ چاہتا ہے کہ ہر شخص کو اسے قبول کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے اور عمل کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ اس راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اس لیے کہ عقیدہ کی آزادی انسان کا بنیادی اور فطری حق ہے۔ اس کے اس حق سے اسے محروم کرنا بدترین قسم کا ظلم ہے۔ اسلام نے اسی وقت جہاد کیا جب کہ اس کے ماننے والوں کے اس حق کو تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی ہدایات پر عمل کریں۔

مشرکین عرب نے مسلمانوں کو عقیدہ کی آزادی نہیں دی

اسلام کی ابتدائی تاریخ ہی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اسے قبول کیا، اہل مکہ ان کے جانی دشمن ہوگئے اور ان پر ناقابل برداشت مظالم توڑے جانے لگے۔ اس سے بچنے کے لیے بہت سے افراد کو اپنا گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ حالات اسی سمت میں تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ نعوذ باللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے تیار ہونے لگے۔ اسی اثنا میں اہل مدینہ کے نمائندوں نے

خاموشی سے اسلام قبول کیا۔ ان کی دعوت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی جلد ہی مدینہ کی تقریباً پوری آبادی اسلام کے دائرہ میں آگئی۔ اب آپ کے ساتھیوں نے بھی مدینہ کا رخ کیا اور مہاجرین کا بے سروسامان قافلہ مدینہ میں جمع ہونے لگا۔ یہ جن حالات سے گزر کر مدینہ پہونچے قرآن مجید نے مختلف مواقع پر اس کی تصویر کشی کی ہے۔ اس سے زیادہ صحیح تصویر کسی اور کی نہیں ہوسکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے جارحانہ رویہ اور ناپاک عزائم کا بیان ایک جگہ چند لفظوں میں ہوا ہے لیکن پوری تاریخ ان کے اندر سمٹ کر آگئی ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال: ۳۰)	یاد کرو اس وقت کو جب کہ ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا تمہارے خلاف تدبیریں کر رہے تھے کہ تمھیں قید کردیں یا قتل کردیں یا تمھیں یہاں سے نکال دیں۔ وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

ایک دوسرا بیان ملاحظہ ہو۔ خطاب منافقین سے ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝	اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے (تو کوئی پروا نہیں، اللہ اس کی مدد کرے گا) اللہ نے اس کی اس وقت مدد کی ہے جب کہ کفر کرنے والوں نے اسے وطن سے نکال دیا تھا۔ جبکہ وہ دو میں سے ایک تھا، جبکہ دونوں غار میں پناہ لیے ہوئے تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد

(التوبۃ : ۴۰)

کی جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور کفر کرنے والوں کے کلمہ کو پست کردیا اور اللہ کا کلمہ تو ہمیشہ بلندی رہتا ہے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جن زہرہ گداز حالات سے گزرنا پڑا اس کا ذکر ہے۔

.....يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ .....
(الممتحنۃ : ۱)

وہ اللہ کے رسول کو اور تمھیں (اے مسلمانو!) اپنے گھروں سے نکال رہے ہیں (محض) اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا رب ہے۔

..... فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝
(آل عمران : ۱۹۵)

.....پس وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنھیں میرے راستہ میں تکلیفیں پہونچائی گئیں، جو لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کی کوتاہیوں کو معاف کروں گا اور انھیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ ثواب ہے اللہ کی جانب سے اور اللہ کے پاس بہترین اجر وثواب ہے۔

اموال فے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

.... لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحشر : ۸)

......ان اموال میں ان محتاج اور نادار مہاجرین کا حصہ ہے جو اپنے گھروں سے اور اموال سے نکال دیئے گئے۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کر رہے ہیں۔ یہی اپنے ایمان میں صادق۔

مدینہ کی اسلامی ریاست پر جارحانہ حملوں کا جواب دیا گیا

ہجرت کے بعد مدینہ کی چھوٹی سی بستی نے ایک ریاست کی شکل اختیار کر لی اور اسلام کی تعلیمات پر عمل ہونے لگا۔ اس چھوٹی سی ریاست کو محض اس بنیاد پر کہ وہ اسلام کی بنیادوں پر قائم ہے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت ہو رہی ہے ہمشرکین مکہ اس کے درپے ہوگئے اور اسے ختم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ ہے وہ پس منظر جس میں اہل مکہ سے جہاد کی اجازت دی گئی اور کہا گیا کہ مسلمانوں کو اب یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس جورِ مسلسل کا جواب دیں اور اپنا دفاع کریں۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ	اجازت دے دی گئی (جہاد کی)
بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی	ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی
نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ نِ الَّذِیْنَ	جا رہی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم ہوا ہے
اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ	اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔
حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ	یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکال
(الحج: ۳۹-۴۰)	دیئے گئے محض اس وجہ سے کہ وہ کہتے
	تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

اس ظلم کے خلاف اقدامات کے نتیجہ میں جنگ بدر ہوئی اور جنگ احد ہوئی۔ جنگ بدر میں مسلمان غالب رہے اور جنگ احد میں انھیں شکست کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس کے دو ہی سال بعد جنگ احزاب ہوئی، جس میں یہود کے اکسانے پر آس پاس کے عرب قبائل کو ساتھ لے کر مشرکین مکہ مدینہ پر حملہ آور ہو گئے۔ اس ہمہ جہت یورش کا سماں قرآن نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ	یاد کرو اس وقت کو جب دشمن تم
وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ	پر چڑھ آئے تمہارے اوپر سے بھی
الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ	اور نیچے سے بھی اور جب نگاہیں پتھرانے
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا	لگیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ
ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ	کے بارے میں طرح طرح کے خیال کرنے

وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًاo	لگے۔اس وقت ایمان والے سخت
وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ	آزمائش سے گزرے اور بری طرح
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا	ہلامارے گئے۔یہی وقت تھاجب کہ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًاo	منافقوں نے اوران لوگوں نے جن
	کے دلوں میں روگ تھا کہنے لگے کہ اللہ
(الاحزاب: ۱۰-۱۲)	اوراس کے رسولؐ نے ہم سے جو وعدہ
	کیا تھا وہ سب محض ایک فریب تھا۔

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم روا رکھا وہ انسانیت کے چہرہ پر بدنما داغ ہے۔اسے دنیا کا کوئی قانون جائز نہیں قرار دے سکتا۔دوسری طرف کعبۃ اللہ پر ان کا قبضہ غاصبانہ قبضہ تھا۔قرآن مجید نے تفصیل سے بتایا کہ حضرت ابراہیمؑ جو کعبہ کے بانی تھے،جن کے ہاتھوں اس کی تعمیر ہوئی تھی وہ خدائے واحد کے پرستار اور توحید کے علم بردار تھے،وہ زندگی بھر شرک سے لڑتے رہے،اس کے لیے سخت اذیتیں برداشت کیں اور تکلیفیں اٹھائیں،اپنی اولاد کو لاکر اس بے آب وگیاہ وادی میں آباد کیا، کعبۃ اللہ کو توحید کا مرکز بنایا۔لیکن اہل مکہ نے جن کا حضرت ابراہیم سے براہ راست نسلی تعلق تھا ان کے درسِ توحید کو بھلا دیا ان کی تعلیمات فراموش کردیں اور شرک میں مبتلا ہوگئے۔ کعبۃ اللہ کو بت خانہ میں تبدیل کردیا اور اس پر اپنا قبضہ اور تسلط قائم کرلیا۔

سنہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے خانہ کعبہ کی زیارت کرنی چاہی تو انھوں نے روک دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح کی اور دس سال کے لیے ان سے ناجنگ معاہدہ کیا۔لیکن جلد ہی اسے انھوں نے توڑ دیا۔ان کے اس پورے رویہ نے اس بات کا جواز فراہم کردیا کہ کعبۃ اللہ پر سے ان کا ناجائز قبضہ ختم کردیا جائے۔فتح مکہ نے اس کی راہ ہموار کردی اور وہ از سرِ نو سارے عالم کا مرکز توحید بن گیا۔

مشرکین عرب کا حکم

قرآن مجید نے مشرکین عرب سے براہِ راست خطاب کیا،شرک کا بے بنیاد

ہونا ان پر ثابت کر دیا، انھیں توحید کی دعوت دی اور اس کے حق میں ناقابلِ تردید دلائل فراہم کیے۔ ان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ آپ نے ہر پہلو سے ان پر حجت تمام کر دی۔ جب اس پر بائیس برس کی طویل مدت گزر گئی تو کہا گیا کہ اب مرکزِ اسلام لازماً شرک سے پاک ہوگا، اس میں کسی کو شرک پر قائم رہنے کی اجازت نہ ہوگی وہ دعوتِ توحید کو قبول کرے یا اسلامی ریاست اس سے جہاد کرے گی۔ اس کے لیے کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔

مشرکینِ عرب سے جنگ سے پہلے ان کے معاہدے منسوخ کیے گئے، باقاعدہ اعلانِ جنگ کیا گیا، انھیں چار ماہ کی مہلت دی گئی۔ اس کے بعد جنگ ہوئی[1] اس سلسلہ کے بعض احکام یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔ انھیں اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ حکم ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ	تم اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے لڑو
يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ	جو تم سے لڑ رہے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝	بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ	پسند نہیں کرتا۔ انھیں قتل کرو جہاں بھی
وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ	انھیں پاؤ۔ انھیں وہاں سے (مکہ سے)
اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ	نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں
مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ	نکالا تھا۔ فتنہ قتل سے بھی زیادہ شدید
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى	چیز ہے۔ مسجد حرام کے پاس ان سے
يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ	جنگ نہ کرو جب تک کہ وہ خود تم سے
قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ	جنگ نہ کریں۔ اگر وہ تم سے لڑائی
جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ	چھیڑ دیں تو تم انھیں قتل کر سکتے ہو۔
انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	ایسے کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ اگر وہ
وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ	جنگ سے باز آ جائیں تو تم بھی ہاتھ
فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ	روک لو۔ بے شک اللہ بڑا معاف کرنے
فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا	والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ان سے

[1] اس کی تفصیل سورۂ توبہ میں موجود ہے۔

عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے اگر وہ باز آجائیں تو یاد رکھو کہ ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی روا نہیں ہے۔

(البقرہ: ۱۹۰ - ۱۹۳)

یہ آیات ایک ایسی صورت حال سے بحث کرتی ہیں جب کہ اسلامی ریاست حالت جنگ سے دوچار ہے اور میدان جنگ میں اسے اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ یہاں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ ان سے کی جائے جو عملاً جنگ کر رہے ہیں۔ جب جنگ چھڑی ہوئی ہے تو دشمن پر وار کرنے میں کوئی پس و پیش اور تامل نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں کہیں بھی اس پر قابو حاصل ہو اسے تہ تیغ کر دیا جائے، اس لیے کہ اس کے بغیر جنگ جیتی نہیں جاسکتی۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی جان بڑی قیمتی ہے۔ کسی کی جان لینا بہت بری چیز ہے لیکن اس سے بدتر چیز 'فتنہ' ہے۔ یہ جنگ اسی فتنہ کے خلاف لڑی جارہی ہے۔ 'فتنہ' یہ ہے کہ آدمی کو اس کے عقیدہ پر قائم رہنے نہ دیا جائے اور محض اس کے عقیدہ کی وجہ سے اسے ظلم وستم کا نشانہ بنالیا جائے۔ یہ مشرکین اسی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اب تمہارے لیے روا ہے کہ جس طرح انھوں نے تمہیں مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا اسی طرح تم بھی انھیں وہاں سے نکال دو، تاکہ یہ سرزمین خدائے واحد کی اطاعت کے لیے خالص ہو جائے اور خانہ کعبہ کی تعمیر جس پاک مقصد کے لیے ہوئی تھی وہ پورا ہو۔ یہ خدا کا گھر ہے اس کا احترام ضروری ہے۔ حالت جنگ میں بھی یہ احترام باقی رہنا چاہیے۔ جب تک دشمن اس کے حدود میں جنگ نہ شروع کرے اس وقت تک تم بھی جنگ سے کنارہ کش رہو۔ تمہاری طرف سے سبقت نہ ہو۔ ہاں اگر وہ حدود حرم کا بھی پاس ولحاظ نہ کرے اور اس میں جنگ چھیڑ دے تو تمہیں جواب دینے کا حق حاصل ہے۔ یہ جنگ اس وقت تک جاری رکھو جب تک کہ فتنہ کی بیخ کنی نہ ہو جائے اور زمین پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ ہونے لگے۔

ان احکام کا تعلق خاص مشرکین عرب سے ہے۔ اس سلسلہ کے اور احکام بھی ہیں۔ اسلام کے قوانین جنگ وصلح پر غور کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان میں سے کن امور کا تعلق خاص مشرکین عرب سے ہے اور وہ کون سے احکام و ہدایات ہیں جو عمومی

نوعیت کے حامل ہیں۔ اس طرح کے عمومی احکام مشرکین عرب سے جنگ کے سلسلہ میں بھی موجود ہیں۔ انھیں بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ ذیل میں اس بات کی کوشش ہوگی کہ اسلام نے جنگ و صلح کے جو اصول بیان کیے ہیں اور جو اخلاقی اور قانونی ہدایات دی ہیں ان کی کسی قدر وضاحت کی جائے۔

اسلام فساد اور خوں ریزی کے خلاف ہے

سب سے پہلے یہ بات ذہن میں تازہ رہنی چاہئے اور ہر دم تازہ رہنی چاہئے کہ اسلام خدا پرستی، خدا سے گہری وابستگی، اور اس کی عبادت و اطاعت کا نام ہے۔ اس کے ساتھ جور و تعدی، خوں خواری اور وحشت و بربریت جیسی صفات کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ یہ متضاد اوصاف ہیں جو جمع نہیں ہوسکتیں۔ اسلام کی بنیادی دعوت ہی یہ ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُؕ	سن لو پیدا کرنا اور حکم دینا سب اللہ
تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	ہی کے لیے ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ
اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةًؕ	جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ اپنے
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝	رب کو پکارو گڑگڑا کر اور چپکے، بے شک
وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ	وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں
اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ	کرتا۔ زمین میں اس کی اصلاح کا جب
طَمَعًاؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ	فیصلہ ہو چکا ہے تو فساد نہ مچاؤ اور اللہ
مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	کو ڈر کر اور امید سے پکارو۔ بے شک
(الاعراف: ۵۴-۵۶)	اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب تر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی زمین میں قتل و خون ریزی کا بازار گرم کرنا، فتنہ و فساد پھیلانا، امن و امان کو درہم برہم کرنا، ہرے بھرے کھیتوں اور باغوں کو آگ لگانا اور آبادیوں کو تہس نہس کرنا، خدا کے نافرمانوں اور دنیا پرستوں کا کام ہے۔ اس طرح کے کردار کو ایک جگہ بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ اللہ کے نزدیک یہ ایک ناپسندیدہ کردار ہے۔ اس سے انسان اللہ کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ	انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے کہ جس

قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(البقرہ : ۲۰۴ - ۲۰۶)

کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں اچھی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔ جب وہ (تمہارے پاس سے) لوٹتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کھیتی اور نسلِ انسانی کو تباہ کرنے کے لیے تگ و دو کرنے لگتا ہے۔ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرورِ نفس اسے گناہ پر جما دیتا ہے۔ اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

قومیں جب تک صلاح و فلاح کے راستہ پر گامزن رہتی ہیں ان کی مہلت حیات دراز ہوتی رہتی ہے اور جب وہ اس راہ سے ہٹتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تباہی کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور وہ مٹا دی جاتی ہیں۔ نوعِ انسانی کی اس تاریخ کو قرآن نے چند مختصر الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِیُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝

(ہود : ۱۱۶ - ۱۱۷)

جو قومیں تم سے پہلے گزریں ان میں ایسے لوگ کیوں نہیں موجود رہے جن کے اندر خیر کے اثرات ہوتے اور جو فساد فی الارض سے منع کرتے۔ ایسے لوگ بہت ہی کم تھے جنھیں ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا تھا، ورنہ جن لوگوں نے ظلم کی راہ اختیار کی وہ اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انھیں حاصل تھا اور انھوں نے مجرمانہ زندگی گزاری۔ تمہارا رب الخ۔

نہیں ہے کہ وہ بستیوں کو ناحق تباہ کردے
جبکہ ان کے باشندے نیک رہے ہوں۔

جن قوموں نے سرکشی اور فساد کا راستہ اختیار کیا ان پر خدا کے عذاب کے تازیانے اس طرح برسے کہ وہ ہمیشہ کے لیے دم توڑ گئیں اور دنیا کے لیے عبرت کا سامان بن کر رہ گئیں۔ عاد وثمود اور فرعون جیسے جابرہ اور ان کی شان وشوکت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔

اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ	یہ سب وہ تھے جنھوں نے اپنے
فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ۝	ملکوں میں سرکشی کا رویہ اختیار کیا ان
فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ	میں بہت زیادہ فساد برپا کیا تو تمہارے
عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِا	رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔
لْمِرْصَادِ ۝ (الفجر: ۱۴-۱۷)	بے شک تمہارا رب گھات میں لگا ہوا ہے۔

اسلام نے نوع انسانی کی صلاح وفلاح کا شدت سے حکم دیا ہے اور فساد فی الارض سے پورے زور سے منع کیا ہے۔ اس نے انسانوں کی فلاح کی کوششوں کو کامیابی کا اور فساد اور بگاڑ کی مساعی کو ناکامی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس کا جہاد بھی نوع انسانی کی فلاح وبہبود ہی کے لیے ہے۔

اسلامی ریاست کا دفاع اور تحفظ ضروری ہے

اسلامی ریاست پر اگر جنگ مسلط کر دی جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین کے تحت زندگی بسر کرنے سے روکنے کی کوشش ہونے لگے تو اسلامی ریاست اس کا مقابلہ کرے گی۔ مخالف قوتیں ایک ہو کر اسے مٹانے پر تل جائیں تو وہ بھی متحد ہو کر اس کا جواب دے گی۔ حکم ہے۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا	مشرکین سے تم سب مل کر لڑو جیسا کہ وہ
یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ	سب مل کر تم سے لڑ رہے ہیں اور یہ جان لو کہ
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (التوبۃ: ۳۶)	اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اسلامی ریاست مخالف قوتوں سے بے خبر غفلت کی نیند نہیں سوئے گی۔

بلکہ اپنی حفاظت کا سامان کرے گی۔ دشمن سازو سامان سے لیس ہے تو وہ بھی اپنی تیاری جاری رکھے گی۔ وہ جنگی لحاظ سے مضبوط ہو گی تو مخالف قوتیں جو سامنے ہیں ان پر بھی اور جو پس پردہ ہیں ان پر بھی دھاک بیٹھے گی اور وہ اس پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہ کر سکیں گے۔ اس پر جو دولت صرف ہو گی اس کا پورا اجر و ثواب کل قیامت کے روز خدا کے ہاں ملے گا۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ	ان کے مقابلے کے لیے، جہاں تک
مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ	تم سے ہو سکے (جنگی) قوت (فراہم کرو)
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ	اور سدھائے ہوئے گھوڑے تیار کرو
وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ	جس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو
دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ	اور اپنے دشمن کو خوف زدہ
يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ	کرو۔ اس کے علاوہ دوسروں پر بھی جنھیں
شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ	تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے تمہارا
اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ	رعب قائم رہے۔ تم اللہ کی راہ میں جو کچھ
(الانفال: ۶۰)	بھی خرچ کرو گے۔ اللہ تعالیٰ اس کا
	پورا پورا بدلہ دے گا اور تم پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

اس مقدس جنگ کے لیے وجہ جواز یہ تھی کہ باطل قوتیں طاغوت کا پرچم اٹھائے پھر رہی ہیں اور حق کو صفحۂ زمین سے مٹا دینا چاہتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اہل ایمان کی جنگ حق و صداقت کی راہ میں ہے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس میں اللہ کے بندے کسی ذاتی مفاد کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جان دے رہے ہیں اس لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ کامیاب ہوں گے اور باطل کی ساری تدبیریں ناکام ہوں گی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ	جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	کے راستہ میں لڑ رہے ہیں اور جنھوں
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ	نے کفر کی راہ اختیار کی وہ طاغوت
فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ	کے راستہ میں لڑ رہے ہیں تم شیطان

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا (النساء: ۷۶) کے ساتھیوں سے لڑو۔ بے شک شیطان کی تدبیر کمزور ہے۔

جنگ کے آداب

جنگ ان سے کی جائے جو عملاً جنگ میں حصہ لے رہے ہیں اور ہر طرح کے ظلم وتعدی سے احتراز کیا جائے۔ جو لوگ جنگ میں ملوث نہیں ہیں ان سے تعرض کیا جائے اور شہری آبادیوں پر حملے نہ ہوں، غیر فوجی علاقوں کو نشانہ بنانا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور معذوروں کو ہدف بنانا صحیح نہیں ہے۔ جنگ خدا کی رضا اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے ہو اور اس کے ساتھ کوئی دنیوی غرض وابستہ نہ ہو۔ یہ ساری باتیں ان چند الفاظ میں کہی گئی ہیں۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	اور اللہ کے راستہ میں لڑو ان لوگوں
الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا	سے جو تم سے لڑ رہے ہیں اور ظلم و زیادتی
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝	نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے
(البقرہ: ۱۹۰)	والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

علامہ ابو السعود اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ 'اللہ کے راستے میں جنگ کرو' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور اس کے کلمہ کو اونچا کرنے کے لیے جہاد کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی دوسرا مقصد نہ ہو۔ 'زیادتی نہ کرو' سے مراد یہ ہے کہ جنگ خود سے نہ شروع کرو، جو شخص تمہارے عہد و پیمان میں ہے اس سے جنگ نہ کرو، دین کی دعوت دیے بغیر ہی اچانک حملہ نہ کردو، مقتولین کا مثلہ اور ان کی لاشوں کی بے حرمتی نہ کرو، عورتیں، بچے اور ان جیسے کمزور انسانوں کے قتل سے تمہیں منع کیا گیا ہے اس کا ارتکاب نہ کرو[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔

---

[1] ابوالسعود: تفسیر ارشاد العقل السلیم الیٰ مزایا الکتاب الکریم علی ہامش الرازی: ۸۵/۲

نہی عن قتل النساء و الصبیان [1]	آپؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

اس کا پس منظر حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں دیکھا گیا کہ مخالف کیمپ کی ایک عورت قتل ہو گئی ہے۔ آپ نے اس حرکت کو ناپسند کیا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا [2]

حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اس کے امیر کو خاص طور پر تقویٰ کی اور ان مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی نصیحت فرماتے جو جنگ میں شریک اور اس کے ماتحت ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

اغزوا باسم اللہ فی	اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں
سبیل اللہ قاتلوا من کفر	جنگ کرو، لڑو ان لوگوں سے جنہوں
باللہ اغزوا ولا تغلوا ولا	نے اللہ کا انکار کیا ہے۔ لڑو، خیانت
تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا	نہ کرو، دھوکا اور فریب نہ دو، کسی
ولیدا [3]	لاش کا مثلہ نہ کرو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو۔

حضرت انسؓ کی ایک روایت میں آپؐ کی ہدایات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں۔

انطلقوا باسم اللہ وباللہ	جاؤ اللہ کا نام لے کر، اللہ کی مدد
وعلی ملۃ رسول اللہ ولا تقتلوا	چاہتے ہوئے اور اللہ کے رسول کے طریقہ
شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا	پر عمل کرتے ہوئے۔ قتل نہ کرو کسی شیخ فانی
ولا امرأۃ ولا تغلوا وضموا	کو، کسی بچہ کو، کسی کم سن کو اور کسی عورت کو۔

---

[1] بخاری، کتاب الجہاد، باب قتل النساء فی الحرب۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ عورت باقاعدہ جنگ میں شریک نہ ہو لیکن اگر وہ قیادت کر رہی ہے یا حملہ آور ہے تو اس کا جواب دیا جائے گا (ہدایہ ۲/۵۴۲)

[2] مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب تحریم قتل النساء والصبیان۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل النساء۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی النہی عن قتل النساء والصبیان۔

[3] مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث الخ۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی وصیتہ فی القتال۔

غنائمکم واصلحوا واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین ۔ ؎۱

خیانت نہ کرو، اپنی غنیمتیں جمع کرو، اپنے معاملات ٹھیک رکھو اور حسن سلوک کرو ۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیان کی قیادت میں لشکر روانہ فرمایا تو انھیں ہدایت فرمائی ۔

انك ستجد قوما زعموا انهم حبّسوا انفسهم لله فذرهم وما زعموا من انهم حبسوا انفسهم له وستجد قوما فحصوا عن أوساط رؤوسهم من الشعر فاضرب ما فحصوا عنه بالسيف وانى موصيك بعشر۔ لا تقتلن امرأة ولا صبيا ولا كبيرا هرما ولا تقطعن شجرا مثمرا ولا تخربن عامرا ولا تعقرن شاة ولا بعيرا الا لمأكلة ولا تحرقن نحلا ولا تفرقنه ولا تغلل ولا تجبن ۔ ؎۲

تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو کہیں گے کہ انھوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رکھا ہے ۔ ان (راہبوں) سے تعرض مت کرو ۔ ان کے اس دعویٰ کو مان لو کہ وہ اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں ۔ تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو اپنے سر کے درمیانی حصے منڈوا رکھے ہوں گے ۔ ان کے سر قلم کر دو ۔ میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں ۔ ہرگز کسی عورت کو کسی بچہ کو اور کسی بوڑھے کھوسٹ کو قتل نہ کرو، کسی پھل والے درخت کو ہرگز مت کاٹو، اور کسی قابل کاشت زمین کو خراب مت کرو، کسی بکری یا اونٹ کو سوائے کسی غذائی ضرورت کے ذبح نہ کرو، ہرگز شہد کی مکھیوں کو جلا مت ڈالو، خیانت نہ کرو اور نہ بزدلی دکھاؤ ۔

؎۱ ابوداؤد ، کتاب الجہاد ، باب فی دعاء المشرکین

؎۲ موطا امام مالک ، کتاب الجہاد ، باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو ۔ نصاریٰ کے جو سردار=

یہاں اس سے بحث نہیں ہے کہ جنگ کن لوگوں سے کی گئی اور اس کے اسباب کیا تھے۔ صرف دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے حالت جنگ میں بھی کس قدر اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی ہے اور محاذ جنگ پر بھی انسانیت کا کتنا احترام باقی رکھا ہے۔

عداوت ختم ہو سکتی ہے

حالت جنگ میں بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کیا جائے کہ جو قوم یا مملکت آج اسلامی ریاست کی دشمن اور برسرپیکار ہے، ضروری نہیں کہ ہمیشہ اس کی عداوت اور دشمنی برقرار رہے۔ حالات میں تبدیلی آسکتی ہے۔ آج کے دشمن کل دوست ہوسکتے ہیں، اس لیے ایسا رویہ نہ اختیار کیا جائے کہ پھر تعلقات کی بحالی ہی ناممکن ہو جائے اور دوستی کے تمام دروازے بند ہو جائیں۔ اس لیے فرمایا۔

عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (الممتحنہ: ۷)	قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت پیدا کردے جن سے تم نے اب تک دشمنی کی ہے۔ اللہ (ہر چیز پر) قدرت رکھتا ہے۔ اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

یہ بات اس منظر میں کہی گئی ہے کہ مسلمان اہل مکہ کے ہاتھوں بے پناہ اذیتیں

= اس زمانہ میں سر کا درمیانی ... صاف رکھتے تھے انھیں شماسہ کہا جاتا تھا۔ زرقانی علی الموطا: ۲/۲۹۵ غالباً یہ وہ دنیا دار سردار تھے جو مذہب کا لبادہ اوڑھے رہتے تھے۔ کہا گیا کہ راہبوں سے تو تعرض مت کرو البتہ ان دنیا پرستوں کو مت چھوڑو۔

ان تعلیمات کے پیش نظر فقہاء نے کہا ہے کہ عورت، شیخ فانی، اپاہج، اندھے اور راہب پر میدان جنگ میں ہاتھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ ہاں اگر وہ جنگ میں براہ راست حصہ لیں یا معاونت کریں تو مارے جا سکتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ابن قدامہ، المغنی: ۸/۴۷۷-۴۷۸۔ اگر دشمن ان کمزور طبقات کو ڈھال بنا کر حتیٰ کہ کسی مسلمان کو آگے کرکے کوئی جنگی چال چلنا چاہے تو اس کا جواب ضرور دیا جائے گا۔ اس طرح عورتیں اور بچے وغیرہ کسی عمومی حملہ کی زد میں آجائیں تو یہ جنگی مجبوری ہوگی۔ ملاحظہ ہو، ابن قدامہ المغنی ۸/۴۴۹-۴۸۰

اور تکلیفیں مسلسل برداشت کرتے رہے تھے۔ اس لیے ان کے خلاف مسلمانوں کے اندر شدید جذبات کا پایا جانا غیر فطری یا ناممکن نہیں تھا۔ ان پر قابو پانا اور وہ بھی حالت جنگ میں زیادہ دشوار تھا، ان حالات میں یہ خوش خبری سنائی گئی کہ اللہ نے چاہا تو بہت جلد یہ تاریک بادل چھٹیں گے اور حالات نیا رخ اختیار کریں گے۔ چنانچہ حالات نے کروٹ لی، دشمنیاں ختم ہوئیں اور محبت والفت کے چراغ روشن ہو گئے۔

مستامن کے احکام

محارب قوم، جس سے حالت جنگ قائم ہے، اس کا کوئی فرد، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے احکام کو سمجھنا چاہے تو حکم ہے کہ اس حالت میں بھی اسے اس کا موقع دیا جائے۔ وہ اسلامی ریاست میں آئے۔ اسلام کا، اس کی تعلیمات کا، اس کے اخلاق وقانون اور اس کی تہذیب و معاشرت کا اطمینان سے مطالعہ کرے اور اخلاص کے ساتھ صحیح نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے اسے سہولتیں تو فراہم کی جائیں لیکن اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہ اسلام کے اصول آزادی کے خلاف ہے۔ جو وقت اسے دیا گیا ہے اس کے ختم ہونے پر حفاظت کے ساتھ اسے اس کے وطن پہونچانے کا نظم کیا جائے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ	اور اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ	پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دو یہاں
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ	تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝	اس کے مامن تک پہونچا دو یہ اس
(التوبہ: ۶)	لیے ہے کہ یہ علم نہیں رکھتے۔

علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ جن مشرکین سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان ہی کے بارے میں یہ حکم بھی ہے کہ ان میں سے کوئی اسلام کو سمجھنے کے لیے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دی جائے۔ اگر وہ اسلام کو قبول نہ کرے تو بہ حفاظت اسے اس کے علاقہ میں پہونچا دیا جائے۔ اسلامی ریاست کا کوئی بھی فرد اس سے تعرض نہ کرے[1]۔

[1] طبری، جامع البیان، ۱۴/۱۳۸ دار المعارف مصر

علامہ ابوبکر جصاص نے اس آیت کے ذیل میں فقہ حنفی کی ترجمانی کی ہے۔ ان کی بحث سے حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ کوئی حربی ہم سے اس مقصد سے امان کا طالب ہو کہ قرآن مجید سنے، اس میں توحید ورسالت کے جو دلائل بیان ہوئے ہیں ان سے واقف ہو اور اسلام کے دین برحق ہونے کا علم حاصل کرے تو اسے امان دینا جائز ہے۔

۲۔ کوئی غیر مسلم ہم سے اگر یہ مطالبہ کرے کہ دلیل کے ذریعہ اس پر حجت قائم کی جائے اور توحید ورسالت کے دلائل واضح کیے جائیں تاکہ اس بنیاد پر اس کا اعتقاد ہو تو ان دلائل کا فراہم کرنا ہم پر واجب ہے، اس کے بغیر کسی کافر کو (جو کہ حربی ہے) قتل نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ جو حربی ہماری پناہ میں ہے امام کی ذمہ داری ہے کہ اس کی حفاظت کرے اور اس کے ساتھ کوئی غلط رویہ اختیار کرنے کی کسی کو اجازت نہ دے۔

۴۔ امام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ذمیوں کی حفاظت کرے اور اس کا اہتمام کرے کہ ان کو تکلیف نہ پہونچے اور ان پر ظلم نہ ہو۔

۵۔ کسی حربی کا دارالاسلام میں طویل مدت تک ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ اسے اتنی ہی مدت قیام کی اجازت ہونی چاہئے جس میں اس کی ضرورت پوری ہو جائے 'حتّٰی یسمع کلام اللہ' کے الفاظ کا یہی تقاضا ہے۔ اس میں کلام اللہ کے سننے کے بعد اسے لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی بات ہمارے اصحاب فقہاء (احناف) نے کہی ہے، کہ حربی کو دارالاسلام میں بغیر کسی عذر کے اور بغیر کسی ایسے سبب کے جس کی بنا پر اس کا قیام ضروری ہو، قیام کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اسے واپس جانے کے لیے کہا جائے گا۔ اس کے بعد بھی وہ ایک سال قیام کرے تو وہ ذمی سمجھا جائے گا اور اس پر خراج لازم آئے گا۔[1]

علامہ قرطبی کہتے ہیں:۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ محارب قوم کا کوئی فرد قرآن مجید کو سمجھنے اور اس کے احکام سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اسلامی ریاست سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دی جائے گی۔ سب کچھ سننے اور سمجھنے کے بعد وہ اسلام قبول کر لے تو یہ بڑی اچھی بات ہوگی۔

---

[1] جصاص، احکام القرآن: ۳/۱۰۳-۱۰۴

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ظاهر الآية انما هي من	آیت کا تعلق بظاہر اس شخص سے ہے
يريد سماع القرآن والنظر في	جو قرآن مجید کو سننا اور اسلام پر غور و فکر
الاسلام فاما الاجارة لغير ذلك	کرنا چاہے: اس کے علاوہ جہاں تک
فانما هي لمصلحة المسلمين	کسی اور مقصد سے امان فراہم کرنے کا
والنظر في ما تعود عليهم به	تعلق ہے تو اس میں مسلمانوں کی مصلحت کو
منفعة[1]	سامنے رکھا اور ان کی منفعت کو دیکھا جائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے کے علاوہ کسی اور مقصد سے بھی محارب قوم کا کوئی فرد اسلامی ریاست میں آنا چاہے تو اگر مسلمانوں کے مفاد کا تقاضا ہو تو اسے اجازت دی جائے گی۔ جب تک وہ اسلامی ریاست میں ہے اس کی حفاظت اور پناہ میں ہوگا اور ریاست کی ذمہ داری ہوگی کہ اسے کوئی گزند نہ پہونچے اور ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد اسے اس کی مملکت بعافیت پہونچنے کا نظم کرے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس موضوع پر مزید کچھ فقہی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ وہ اس آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

اگر کوئی شخص کلام اللہ کو سننے اور اسلامی شریعت کو جاننے کے لیے امان کا طالب ہو تو اسے امان دینا واجب ہے۔ پھر اسے اس کی منزل (ریاست) تک پہونچا دیا جائے گا۔ ہمارے علم کی حد تک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی بات قتادہ، مکحول، امام اوزاعی اور امام شافعی نے کہی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہی بات لکھ کر (اپنی مملکت میں) بھجوائی تھی۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ سفیر اور قاصد اور مستامن کے لیے عقد امان (عہد پناہ) جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے سفراء کو امان دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے سفیر آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا سفیروں اور قاصدوں کے قتل کا دستور نہیں ہے ورنہ میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ یہ ایک ضرورت بھی ہے۔ اگر ہم ان کے قاصدوں کو قتل کریں گے تو وہ بھی ہمارے قاصدوں کے ساتھ یہی معاملہ کریں گے۔ پھر سفارت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

---

[1] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۸/۷۶

سفیر یا مستامن کے لیے عقدِ امان مطلق اور مقید دونوں طرح سے دیا جا سکتا ہے۔ یعنی مدت کی تعیین کے بغیر اور مدت کی تعیین کے ساتھ۔ مدت کی تعیین کم یا زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

اس طرح کے مستامن کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

امام اوزاعی کے نزدیک صلح کی مدت کے دوران وہ بغیر جزیہ کے قیام کر سکتے ہیں۔

کوئی حربی دارالاسلام میں امان لے کر آجائے اور یہاں اپنا مال کسی مسلمان یا ذمی کے پاس رکھے یا انھیں قرض دے اور پھر تجارت، سفارت، سیر و تفریح یا کسی بھی غرض سے دارالحرب جائے اور وہاں سے واپس دارالاسلام آئے تو اسے جو سابق امان حاصل ہے وہ جاری رہے گی اور اس کے مال پر اس کا حق باقی رہے گا۔ یہ ایک لحاظ سے ذمی ہے۔ لیکن اگر وہ دوبارہ دارالحرب ہی کو وطن بنا لے تو جو امان دی گئی ہے وہ ختم ہو جائے گی البتہ اس کا مال جو دارالاسلام میں ہے محفوظ رہے گا۔ اگر وہ دارالحرب میں طلب کرے تو اسے بھیج دیا جائے گا۔ اس میں بیع، ہبہ یا اور کوئی تصرف کرنا چاہے تو کر سکے گا۔ دارالحرب میں اس کا انتقال ہو جائے تو وہ اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں اس کا جو وارث ہے اسے اسلامی ریاست کی پناہ حاصل نہیں ہے اس لیے وہ مال اس کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا۔[1]

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ مستامن کو دارالاسلام میں کاروبار کی اور اپنے پیسہ کو کارِ خیر میں خرچ کرنے کی اجازت ہو گی۔ جب تک وہ دارالاسلام میں ہے اس کی حیثیت ذمی کی ہے۔ دارالاسلام میں اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور وہ اپنا پورا مال کسی مسلمان یا ذمی کے نام وصیت کر دے تو وہ نافذ ہو جائے گی۔ وارث ہو تو ایک تہائی کی وصیت کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیت کرے تو یہ بھی نافذ ہو جائے گی باقی مال اس کے ان وارثوں کو جو دارالحرب میں ہوں لوٹا دیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک گو وہ ازروئے قانون وارث نہیں ہیں لیکن یہ مستامن کا حق ہے کہ اس کا مال واپس کر دیا جائے۔ کوئی مسلمان یا ذمی اس کے نام وصیت کرے تو یہ بھی نافذ ہو گی۔[2]

---

[1] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۸/ ۷۶

[2] ہدایہ: ۴/ ۶۸۶ در المختار مع رد المحتار: ۵/ ۶۱۰-۶۱۱